دنیاوی امور اور
فروعی دینی اختلافات میں

جھگڑا

کرنے کی مذمت میں چالیس حدیثیں

مع متعلقہ فوائد ومسائل

ماخوذ از

رسالہ "شق الغین عن علیؓ وحسینؓ" مؤلفہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ

"الاعتدال فی مراتب الرجال" از قطب الاقطاب شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ

"حدود واختلاف" فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود صاحب گنگوہی مدظلہ

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جھگڑا

کرنے کی مزمت میں چالیس حدیثیں

مؤلفہ

حضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ
حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکتبہ اقبالیہ

نور حراء پبلیشر

ای میل: noorbari786@gmail.com
فون: 0092-312-2502281

٤ ربیع الثانی ١٤٤٤

بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ

اَمَّا بَعْدُ:-

اللہ پاک کا اپنے حبیب نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد ہے:-

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ — آپ کو ہم نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق فرمایا:-

اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ — میں تحفہ کے طور پر بھیجی ہوئی رحمت ہوں۔

اور اپنے اصحاب کے متعلق فرمایا:-

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ — میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم جس صحابی کی بھی پیروی کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔

(یعنی جیسے ستاروں میں ایک ہی نور ہے لیکن ان کی جسامت، رفتار اور فاصلہ بہت مختلف ہے)

اور علماءِ اُمت کے متعلق فرمایا:-

اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ — میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔

آج کل فتن کا دور ہے۔ شیطان اور اس کی ذرّیت اور دشمنانِ اسلام ہر خیر کو شر اور ہر شر کو خیر کر کے دکھلانے کی کوشش میں ہیں۔ امت کا اختلاف جس کو رحمت فرمایا گیا ہے (کیونکہ جتنا اختلاف ہو گا اتنی وسعت ہو گی اور وہی وسعت باعثِ رحمت ہے) اس کو بدظنی کی بنا پر جدال بنانا یا باعثِ زحمت سمجھ لینا یا اس میں ضد اور منکرات شامل کر کے واقعی زحمت بنا لینے میں شیطان کی کامیابی ہے۔ برادرانِ طریقت اور اپنے سے اخلاص و محبت رکھنے والے احباب کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ "یَا نُوْرُ" "یَا ھَادِیْ" کو کثرت سے پڑھیں اور ہدایت کے طلبگار ہو کر "رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً" اور "اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ" اور "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّا اِلَیْہِ" کے معانی کا لحاظ کر کے کثرتِ درود شریف کے ساتھ ان دعاؤں کو وِرد بنائیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ سے استعانت اور دعا ہے! در عمل کے لئے اس خلط ملط اور اندھیر کی حالت میں جب کہ صبح مسلم اور شام کو کافر کا منظر نظر آ رہا ہے اور اغراض

ہی غالب آ رہی ہیں۔ ہر آدمی تھوڑے سے مال وجاہ کے بدلے اپنے دین کو بیچ رہا ہے۔ حقیر دنیا کی خاطر بڑی سے بڑی دینی مصلحت کو دین کے رنگ میں قربان کر رہا ہے۔ جس کے لئے اپنوں میں سے فروعی وجزئی اختلافات رکھنے والوں سے قطع تعلق اور غیروں میں سے اصولی اختلافات بلکہ کفریہ عقائد رکھنے والے نام نہاد مسلمانوں سے دوستی کی جا رہی ہے۔ حالانکہ اللہ پاک نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعریف میں ارشاد فرمایا ہے "اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ" اور انہی کی اقتدار کے ہم مامور ہیں۔ اور وہ غیروں سے اور اپنوں سے اختلافات کا عملی نمونہ ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں سب سے زیادہ افسوس اور حیرانگی اس پر ہے کہ اپنوں یعنی اہل سنت والجماعت کا وہ طبقہ جس میں کوئی فروعی وجزئی اختلاف بھی نہیں، اور وہ مسلک، مشرب، طریقت میں سب بھائی بھائی اور قدیمی محبت رکھنے والے اور امت میں اتحاد واتفاق کے آرزومند ہیں اور اس کارِ خیر کے لئے کوشاں ہیں لیکن اس کوشش میں مسائل کا اختلاف نہیں بلکہ طریقِ کار میں محض ذوقی اختلاف ہے۔ اس اختلاف کو نزاع وجدال کی شکل دے رہے ہیں۔ جس سے شیطان بھی ان پر مذاق کر رہا ہوگا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

اِن حالات میں صرف اپنے اُن اکابرین رحمہم اللہ کی تقلید کریں اور ان کی روش اختیار کریں جو کہ رُشد وہدایت کے ساتھ زندگی گذار چکے ہیں۔ اور جن پر اعتماد اور حُسنِ ظن کے طور پر ان کے مقتدا ہونے پر ہمارا اتفاق ہے کیونکہ فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا منقولہ ہے کہ فَاِنْ کُنْتُمْ لَا بُدَّ مُقْتَدِیْنَ فَاقْتَدُوْا بِالْمَیِّتِ فَاِنَّ الْحَیَّ لَا تُؤْمَنُ عَلَیْہِ الْفِتْنَۃُ) کہ الحمدللہ ان کا عمل سنت اور حاملانِ سنت صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی اقتدا اور شرح ہے۔ یہ وارثانِ انبیاء حفاظتِ دین اور ہر زمانہ کے حالات کے لحاظ سے دینی مسائل کی جزئیات وفروعات اور ان کے حصول کے ذرائع میں تجدید کر کے فریضۂ ختمِ نبوت کو ادا کرتے آئے ہیں۔ گذشتہ صدی کے اکابرین میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ اور ان کے اخص الخواص میں امام ربانی حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اور حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ حضرات کی جماعت نے تجدیدی خدمت کی۔ اور پھر گذشتہ صدی کے آخر اور موجودہ صدی کے شروع میں ان سب اکابرین کی نسبتوں کے حامل جامع شریعت وطریقت متفقہ طور پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ تھے۔ جنہوں نے اپنی آخری عمر میں جس پہلو پر زور دیا اس میں دو اَمر اہم ہیں۔ ایک تو حبّ اللہ وحُبّ الرسول اور نسبت مع اللہ اور اخلاص کے لئے خانقاہی کام کا فروغ اور دوسرے جو دشمنانِ اسلام نے مسلمانوں میں نزاع وجدال وتفریق اور آپس کی نفرت پیدا کر کے مسلمانوں کی طاقت کو کمزور کیا۔ ان میں جزئی فروعی اختلافات جو کہ باعثِ رحمت

ہیں اور ہمیشہ سے چلے آرہے ہیں لیکن سازشیوں نے ان میں افراط و تفریط کردی جس کا مذموم ہونا ہر فریق کے نزدیک مسلم ہے۔ ان کی اصلاح بہ لطف و موعظہ حسنہ کے طریقہ پر اور فروعی اختلافات کو ختم کرکے نہیں بلکہ ان کو باقی رکھتے ہوئے باہمی اتفاق و محبت کرنے پر خدام کو تاکید فرمائی۔ اس سلسلہ میں بندہ باہمی نزاع و جدال کی مذمت میں چالیس حدیثیں درج کرتا ہے تاکہ اُن سے اللہ تعالیٰ اولاً مجھے اور ثانیاً ہمارے احباب و متعلقین کو اس مرض سے شفا عطا فرمائے۔ پھر دیگر امت کے لئے بھی نافع بنائے۔ اور چالیس حدیثیں لکھنے پڑھنے کا ثواب بھی حاصل ہو۔

چہل حدیث سے پہلے اسی مضمون سے متعلق چند آیاتِ شریفہ درج کی جاتی ہیں۔ اور اس چہل حدیث کو رسالہ کا جزءِ اول قرار دے کر جزءِ دوم میں متعلقہ سچے قصے اور واقعات درج کئے جائیں گے۔ تاکہ اگر کوئی عدیم الفرصت صرف مسئلہ کی نوعیت معلوم کرنا چاہے تو اس کے لئے جزءِ اول کے چند اوراق کافی ہیں اور فراغت والے احباب قصوں سے تقویت حاصل کریں۔ کہ اولیاء اللہ کے قصوں سے دلوں کو تقویت ہوتی ہے۔ نزولِ رحمت ہوتا ہے اور یہ ذکر اللہ میں بھی شامل ہیں۔

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا وَاذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِہٖٓ اِخْوَانًا وَکُنْتُمْ عَلٰی شَفَا حُفْرَۃٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَکُمْ مِّنْہَا کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمْ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمْ تَہْتَدُوْنَ۔

اور مضبوط پکڑے رہو اللہ کے سلسلہ کو اس طور پر کہ باہم سب متفق بھی رہو اور باہم نااتفاقی مت کرو اور تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس کو یاد کرو۔ جبکہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈال دی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم لوگ دوزخ کے گڑھے کے کنارہ پر تھے۔ سو اس سے خدا تعالیٰ نے تمہاری جان بچائی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام واضح طور پر بتلاتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ راہ پر رہو (بیان القرآن)

فائدہ:۔ آیتِ پاک سے چند باتیں مفہوم ہوتی ہیں (۱) باہمی اتفاق کا اللہ پاک نے حکم فرمایا ہے (نااتفاقی کی ممانعت فرمائی۔ (۳) باہمی الفت و اتفاق اور بھائی چارگی اللہ پاک کی بڑی نعمت ہے (۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حبل اللہ (اللہ کی رسی) کتاب اللہ ہے جو آسمان سے زمین تک لٹکی ہوئی ہے (۵) باہم اتفاق کا طریقہ یہ ہے کہ سب مل کر کتاب اللہ پر عمل کریں جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سب مسلمان باہم متحد و متفق اور منظم ہو جائیں گے۔ جیسے کوئی جماعت ایک رسی کو پکڑے ہوئے ہو تو پوری جماعت ایک جسم واحد بن جاتی ہے۔ پس سب مل کر اس کو مضبوطی سے تھام لیں تو ملتِ اسلامی کا شیرازہ خود بخود منظم ہو جائے۔ جیسا کہ اسلام کے قرونِ اولیٰ میں اس کا مشاہدہ ہو چکا ہے (۶) جس طرح باہمی اتفاق و اتحاد کا ذریعہ صرف کتاب اللہ پر مضبوطی سے عمل کرنا ہے (۷) اسی طرح کتاب اللہ پر عمل نہ کرنا نااتفاقی کا ذریعہ ہے۔

وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔

اور نزاع مت کرو، ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جاوے گی۔ اور صبر کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنیوالوں کے ساتھ ہیں (بیان القرآن)

فائدہ:۔ آیتِ پاک سے معلوم ہوا (۱) نزاع باہمی ممنوع ہے (۲) نزاع کم ہمتی، بزدلی اور بے رعبی کا ذریعہ ہے کہ باہمی نزاع سے یہ چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ جس کا آج کل مشاہدہ ہے۔ نزاع سے حفاظت صبر کے ذریعہ ہوتی ہے کہ خلافِ مزاج باتوں پر صبر کرنے سے نزاع ختم ہو جاتا ہے (۴) صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ پاک کی خصوصی مدد ہوتی ہے۔

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

اور (اللہ تعالیٰ ہی نے) ان کے قلوب میں اتفاق پیدا کر دیا اگر آپ دنیا بھر کا مال خرچ کرتے تب بھی ان کے قلوب میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں باہم اتفاق پیدا کر دیا۔ بیشک وہ زبردست ہیں، حکمت والے ہیں۔ (بیان القرآن)

فائدہ:۔ یہاں باہمی اتفاق کو اللہ پاک نے اپنے خصوصی احسان کے طور پر بیان فرمایا ہے۔ جس سے اللہ پاک کے نزدیک اس کا محبوب و پسندیدہ ہونا خوب ظاہر ہے (۲) باہمی اتفاق اللہ پاک ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ دنیا کی دولت، قوت، حکومت اور قانون وغیرہ کسی چیز کے ذریعہ نہیں ہوسکتا۔ (۳) اس آیت کے بعد کی آیات میں جہاد و قتال کا حکم ہے جس سے سمجھ میں آتا ہے کہ جہاد اور دیگر عمومی اہم کاموں کے لئے باہمی اتفاق بہت ضروری ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

مسلمان تو سب بھائی بھائی ہیں۔ سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تاکہ تم پر رحمت کی جاوے۔ (بیان القرآن)

فائدہ:۔ (۱) پہلے جملہ "اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ" میں اتفاق باہمی کا طریقہ بتایا ہے کہ باہم بھائیوں کی طرح رہیں (کہ حسنِ سلوک سے پیش آئیں اور خلافِ مزاج باتوں کو درگذر کر دیا کریں) کہ اس سے باہم اتفاق رہے گا۔ (۲) اگر کسی وجہ سے باہم نزاع ہو جائے تو دوسرے جملہ "فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ" (اپنے بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو) میں ان کے درمیان صلح صفائی کرانے کا حکم فرمایا ہے (۳) ان دونوں چیزوں کے لئے ضروری ہے تقویٰ، کہ جب انسان کے دل میں اللہ پاک کا ڈر ہوگا تو اس کے اوامر پر عمل پیرا ہوگا اور نواہی سے بچے گا تو باہم بھائی چارگی بھی اختیار کرے گا اور

صلح وصفائی بھی کرائے گا۔ اس لئے تیسرے جملہ میں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم ہے۔ (۴) لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ (تاکہ تم پر رحمت کی جاوے) اس جملہ میں بتایا ہے کہ یہ تینوں چیزیں اختیار کرنے سے بندہ خصوصی رحمتِ خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔ اس آیت سے بھی باہمی اتفاق واتحاد کا عنداللہ محبوب وپسندیدہ ہونا اور باہمی نزاع کا ناپسندیدہ ہونا معلوم ہوا۔ بلکہ یہ بھی معلوم ہوا کہ باہمی اتفاق کا حکم ہے اور باہمی نزاع ممنوع ہے۔ باہمی اتفاق سببِ رحمت اور باہمی نزاع رحمت سے محرومی کا سبب ہے۔

آپس کا جھگڑا بے برکتی اور محرومی کا سبب ہے

عَنْ عُبَادَةَ بْنِ الصَّامِتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيُخْبِرَنَا بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى رَجُلَانِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَقَالَ خَرَجْتُ لِاُخْبِرَكُمْ بِلَيْلَةِ الْقَدْرِ فَتَلَاحٰى فُلَانٌ وَفُلَانٌ فَرُفِعَتْ وَعَسٰى اَنْ يَّكُوْنَ خَيْرًا لَّكُمْ فَالْتَمِسُوْهَا فِي التَّاسِعَةِ وَالسَّابِعَةِ وَالْخَامِسَةِ (مشکوٰۃ عن البخاری)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے باہر تشریف لائے تاکہ ہمیں شبِ قدر کی اطلاع فرماویں مگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہو رہا تھا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس لئے آیا تھا کہ تمہیں شبِ قدر کی خبر دوں مگر فلاں فلاں شخصوں میں جھگڑا ہو رہا تھا کہ جس کی وجہ سے اس کی تعیین اٹھالی گئی، کیا بعید ہے کہ یہ اٹھالینا اللہ کے علم میں بہتر ہو۔ لہٰذا اب اس رات کو نویں اور ساتویں اور پانچویں رات میں تلاش کرو۔

فائدہ: اس حدیث میں تین مضمون قابلِ غور ہیں۔ امر اول جو سب سے اہم ہے وہ جھگڑا ہے جو کہ اس قدر سخت بُری چیز ہے کہ اس کی وجہ سے ہمیشہ کے لئے شبِ قدر کی تعیین اٹھالی گئی اور صرف یہی نہیں بلکہ جھگڑا ہمیشہ برکات سے محرومی کا سبب ہوا کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تمہیں نماز روزہ صدقہ وغیرہ سب سے افضل چیز بتلاؤں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ضرور۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپس کا سلوک سب سے افضل ہے۔ اور آپس کی لڑائی دین کو مونڈنے والی ہے۔ یعنی جیسے اُسترے سے سر کے بال ایک دم صاف ہو جاتے ہیں۔ آپس کی لڑائی سے دین بھی اسی طرح صاف ہو جاتا ہے دنیا دار دین سے بے خبر لوگوں کا کیا ذکر جبکہ بہت سی لمبی لمبی تسبیحیں پڑھنے والے دین کے دعویدار بھی ہر وقت آپس کی لڑائی میں مبتلا رہتے ہیں۔ اول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو غور سے دیکھیں اور پھر اپنے اس دین کی فکر کریں جس کے گھمنڈ میں صلح کے لئے جھکنے کی توفیق نہیں ہوتی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی آبروریزی کو بدترین سود اور خبیث ترین سود ارشاد فرمایا ہے

لیکن ہم لوگ لڑائی کے زور میں نہ مسلمان کی آبرو کی پرواہ کرتے ہیں، نہ اللہ اور اس کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا خیال۔ خود اللہ جل جلالہٗ کا ارشاد ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا الآیہ اور نزاع مت کرو۔ ورنہ کم ہمت ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اُکھڑ جائے گی۔ آج وہ لوگ جو ہر وقت دوسروں کا وقار گھٹانے کی فکر میں رہتے ہیں تنہائی میں بیٹھ کر غور کریں کہ خود وہ اپنے وقار کو کتنا صدمہ پہنچا رہے ہیں اور اپنی ان ناپاک اور کمینہ حرکتوں سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں کتنے ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور پھر دنیا کی ذلت بدیہی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ چھوٹ چھٹاؤ رکھے اگر اس حالت میں مرگیا تو سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کے دن اللہ کی حضوری میں بندوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں اور اللہ جل شانہٗ کی رحمت سے (نیک اعمال کی بدولت) مشرکوں کے علاوہ اوروں کی مغفرت ہوتی رہتی ہے۔ مگر جن دو میں جھگڑا ہوتا ہے ان کی مغفرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان کو چھوڑے رکھو جب تک صلح نہ ہو۔ ایک حدیثِ پاک میں ارشاد ہے کہ ہر پیر و جمعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے۔ اس میں توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول ہوتی ہے۔ اور استغفار کرنے والوں کی استغفار قبول کی جاتی ہے مگر آپس میں لڑنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ شب برات میں اللہ کی رحمت عامہ خلقت کی طرف متوجہ ہوتی ہے (اور ذرا ذرا سے بہانہ سے) مخلوق کی مغفرت فرمائی جاتی ہے۔ مگر دو شخصوں کی مغفرت نہیں ہوتی۔ ایک کافر دوسرا وہ جو کسی سے کینہ رکھے۔ ایک جگہ ارشاد ہے کہ تین شخص ہیں جن کی نماز قبولیت کے لئے ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی۔ جن میں آپس میں لڑنے والے بھی فرمائے ہیں۔ یہ جگہ ان روایات کے احاطہ کی نہیں مگر چند روایات اس لئے لکھ دی ہیں کہ ہم لوگوں میں، عوام کا ذکر نہیں، خواص ہیں اور ان لوگوں میں جو شرفا کہلاتے ہیں، دیندار سمجھے جاتے ہیں، اُن کی مجالس، اُن کے مجامع، اُن کی تقریبات اس کمینہ حرکت سے لبریز ہیں۔ فَاِلَی اللّٰہِ الْمُشْتَکٰی وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

(ماخوذ از فضائل رمضان مؤلفہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ)

آپس کے جھگڑے کا سب سے بڑا اور عمومی سبب

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِیَّاکُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ وَلَا تَحَسَّسُوْا وَلَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ اور (دوسروں کے عیوب کی) ٹوہ میں مت لگو۔ نہ جاسوسی کرو۔ نہ بیع میں بھاؤ

تَنَاجَشُوْا وَلَا تَحَاسَدُوْا وَلَا تَبَاغَضُوْا — بڑھا کر دھوکہ دو۔ نہ ایک دوسرے سے حسد کرو۔
وَلَا تَدَابَرُوْا وَکُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ — نہ ایک دوسرے سے بغض رکھو، نہ قطع تعلق کرو
اِخْوَانًا (رواہ البخاری) — اور اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو

کسی مسلمان کے کسی مباح یا مستحسن فعل پر نیت کی خرابی کا حکم لگانے کے متعلق حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ رسالہ "شق الغین عن علی و حسین" میں فرماتے ہیں۔

" بدون حجت شرعیہ کے کسی کی طرف خصوصاً مومن کی طرف کسی قول یا فعل قبیح کا منسوب کرنا بہتان اور صریح گناہ ہے۔ اور خصوص درخصوص کسی امر مبطن مثل نیت وغیرہا پر حکم کرنا حدیث "ھَلَّا شَقَقْتَ قَلْبَہٗ" اسی پر تنبیہ ہے۔"

یہ ابوداؤد شریف کی حدیث کا ایک ٹکڑا ہے جس میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ (مسلمانوں کی جماعت) کو حرقات کی طرف (دشمنوں کی سرکوبی کے لئے) بھیجا۔ ان کو علم ہوگیا، سب فرار ہوگئے۔ ایک شخص مل گیا۔ جب اس کو پکڑ لیا اس کے بعد قتل کا ارادہ کیا تو اس نے کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پڑھا۔ مگر اس کے باوجود اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا۔ مَنْ لَّکَ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔ (قیامت میں جب وہ لا الٰہ الا اللہ لے کر آئے گا تو تمہیں کون نجات دے گا؟) عرض کیا اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا۔ اس پر ارشاد فرمایا۔ ھَلَّا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِہٖ (اس کے دل کو چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا کہ تمہیں علم ہوجاتا کہ اس وجہ سے اس نے کلمہ پڑھا ہے یا اس وجہ سے نہیں۔ اور پھر برابر یہی کلمہ بار بار ارشاد فرماتے رہے۔ مَنْ لَّکَ بِلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (قیامت میں جب وہ لا الٰہ الا اللہ لے کر آئے گا تمہیں کون بچائے گا) یہاں تک کہ میں نے تمنا کی کہ کاش آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا کہ اسلام لانے سے گذشتہ تمام گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ یہ گناہ بھی معاف ہوجاتا مطلب یہ ہے کہ اس کا علم کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کہا۔ اور اس نے اسلام قبول نہیں کیا حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، دل کو چیر کر دیکھ لو تب بھی اس کا علم نہیں ہوسکتا۔ سو اپنی طرف سے محض گمان سے یہ حکم لگانے کی اجازت نہیں کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے۔ بلکہ ظاہر قول کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔ دلوں کا معاملہ عالم الغیب والشہادۃ کے حوالے ہے۔ مقام غور ہے کہ دشمنوں کافروں کی جماعت کا ایک شخص جس کے ساتھی فرار ہوگئے اور وہ پکڑا گیا۔ ایسی حالت میں وہ کلمہ پڑھتا ہے۔ اس سے پہلے اس کا کوئی عمل اسلام کے مطابق سامنے نہیں آیا۔ اس کے باوجود اس کے کلمہ پڑھنے سے اس کے ساتھ اسلام کا معاملہ کیا گیا اور اس کے کلمہ پڑھنے کا لحاظ کیا گیا۔ مگر افسوس آج جن کی زندگی سر تا سر دین کے

سانچہ میں ڈھلی ہوئی ہے اور دین کے لئے وقف ہے، اتباع سنّت اور عشقِ الٰہی سے منور ہے، ان کے فسق بلکہ کفر کا فتویٰ دینے میں بھی باک نہیں ہوتا۔

حق پر ہوتے ہوئے جھگڑا ترک کرنے کی فضیلت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرَکَ الْکَذِبَ وَھُوَ بَاطِلٌ بُنِیَ لَہٗ فِیْ رَبَضِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ تَرَکَ الْمِرَآءَ وَھُوَ مُحِقٌّ بُنِیَ لَہٗ فِیْ وَسَطِ الْجَنَّۃِ وَمَنْ حَسَّنَ خُلُقَہٗ بُنِیَ لَہٗ فِیْ اَعْلَاھَا

(رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث حسن)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جھوٹ کو ترک کردے حالانکہ وہ باطل ہی ہوتا ہے اس کے لئے جنت کے ابتدائی حصہ میں مکان بنا دیا جاتا ہے اور جو شخص حق پر ہوتے ہوئے جھگڑے کو ترک کردے اس کے لئے جنت کے درمیانی حصے میں مکان بنا دیا جاتا ہے۔ اور جو شخص حسنِ اخلاق اختیار کرے اس کے لئے جنت کے اعلیٰ حصے میں مکان بنا دیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-
" بندہ اس وقت تک کمالِ ایمان کے درجہ کو نہیں پہنچتا جب تک کہ (غلط قسم کے) مذاق اور جھوٹ کو نہ چھوڑے اور جھگڑے کو نہ چھوڑے۔ اگرچہ اس میں حق پر ہی ہو (ابویعلیٰ)

مندرجہ بالا فضیلت کے حصول کا طریقہ

کمال ایمان حاصل ہوتے اور جنت میں اعلیٰ مکان بنانے کی اگر کسی کے دل میں وقعت ہے (کہ جس سے پہلے دوزخ سے نجات بھی ضروری ہے اس نجات کی بھی اہمیت ہے) تو اس کے لئے احادیث بالا میں یہ ایک آسان عمل ہے۔ اگرچہ یہ عمل امّ الامراض کو بھی ختم کرتا ہے۔ جس سے ہم لوگ شفایاب ہونا نہیں چاہتے۔ یعنی تکبّر کو بھی ختم کرتا ہے۔ اور تکبّر چھوڑنے کی شرافت کو ہم شرم سمجھتے ہیں۔ وہ آسان عمل یہ ہے کہ جھگڑا کبھی یک طرفہ نہیں ہوتا۔ "مُجادلہ" کے معنی ہی دونوں طرف سے لڑائی کے ہیں۔ اگر ایک فریق صرف اتنا کرے کہ چُپ ہو جائے، خواہ حق پر ہو یا ناحق، بس جھگڑا ختم۔ اس عمل کے بعد دوسرا فریق پھر چاہے کتنا ہی شریر ہو اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر جھگڑا کرنا چاہے، جھگڑا ہونا ہی محال ہے جیسے ایک ہاتھ سے تالی کی آواز نکلنا محال ہے چاہے کتنے ہی زور سے اس کو ہلایا جائے۔

نزاع کے موقع پر خاموشی کی فضیلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو خاموش رہا اُس نے نجات پائی۔

(رواہ احمد۔ مشکوٰۃ شریف صہ ۴۱۳ ج ۲)

ایک دوسری حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ لَقِیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ مَا النَّجَاۃُ فَقَالَ اَمْلِكْ عَلَیْكَ لِسَانَكَ وَلْیَسَعْكَ بَیْتُكَ وَابْكِ عَلٰی خَطِیْئَتِكَ۔

(رواہ احمد والترمذی (مشکوٰۃ شریف صہ ۴۱۳)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ نجات (کا ذریعہ) کیا ہے ارشاد فرمایا (۱) اپنی زبان کو قابو میں رکھو (۲) تمہارا گھر تم کو سمائے رکھے (یعنی بلاضرورت گھر سے نہ نکلو) (۳) اور اپنی غلطی پر رویا کرو۔

بلا تحقیق گفتگو کرنا

بعض دفعہ انسان کسی کے بارے میں سُنی سنائی بات پر عملدرآمد کر لیتا ہے اور اس سے بدگمان ہوتا ہے اور دوسروں سے بھی اس کو بیان کرتا ہے اور باہم نزاعِ شدید کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ حالانکہ بعض دفعہ شیطان انسانی شکل میں آکر آپس میں نااتفاقی، لڑائی جھگڑا کرانے کے لئے کسی کے بارے میں کوئی بات جھوٹ کہہ دیتا ہے۔ اور جس کے بارے میں وہ بات کہی گئی ہے اس کو خبر بھی نہیں ہوتی وہ اس سے بالکل بری ہوتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَیَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَۃِ الرَّجُلِ فَیَاْتِی الْقَوْمَ فَیُحَدِّثُہُمْ بِالْحَدِیْثِ مِنَ الْکَذِبِ فَیَتَفَرَّقُوْنَ فَیَقُوْلُ الرَّجُلُ مِنْہُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا اَعْرِفُ وَجْہَہٗ وَلَا اَدْرِیْ مَا اسْمُہٗ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل اختیار کر کے کسی قوم میں آتا ہے اور کسی کے متعلق کوئی جھوٹی بات بیان کرتا ہے۔ پھر لوگ ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں۔ پس ان میں سے کوئی آدمی کہتا ہے کہ ایک شخص جس کو صورت سے پہچانتا ہوں مگر اس کا نام نہیں جانتا میں نے اس کو

یُحَدِّثُ۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف ص۴۱۴) ایسا ویسا کہتے سُنا ہے۔

عصبیّت

ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس جماعت سے کسی کا تعلق ہوتا ہے اس کا عیب بھی کمال اور اس کے بالمقابل جماعت کا کمال بھی عیب نظر آتا ہے۔ اور اپنی جماعت کی ناانصافی اور غیر حق ہونا معلوم ہونے کے باوجود اس کی حمایت ونصرت کرتا ہے اور یہ نہیں سوچتا کہ یہ ناانصافی اور غیر حق کی حمایت ہے۔ حدیث پاک میں ارشاد ہے۔

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ نَّصَرَ قَوْمَہٗ عَلٰی غَیْرِ الْحَقِّ فَھُوَ کَالْبَعِیْرِ الَّذِیْ رَدٰی فَھُوَ یُنْزَعُ بِذَنَبِہٖ۔ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ شریف ص۴۱۸)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ عالی نقل کرتے ہیں کہ جو شخص ناحق میں اپنی قوم کی حمایت کرتا ہے اس کی مثال اس اونٹ جیسی ہے جو کسی گڑھے وغیرہ میں گر گیا ہو اور اس کی دم پکڑ کر اس کو کھینچا جارہا ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے۔

عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَیْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا اِلٰی عَصَبِیَّۃٍ وَّلَیْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَصَبِیَّۃً وَّلَیْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلٰی عَصَبِیَّۃٍ۔ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ شریف ص۴۱۸)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی دُہائی دیتا ہے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی بنیاد پر قتال کرے۔ وہ شخص ہم میں سے نہیں جس کو عصبیت پر قائم رہتے ہوئے موت آجائے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ حُبُّکَ الشَّیْءَ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ۔ (رواہ ابوداؤد۔ مشکوٰۃ شریف ص۴۲۶)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی چیز کے ساتھ تمہاری محبت تم کو اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔

فائدہ۔ مطلب یہ ہے کہ جس سے محبت ہے اس کے عیوب سے اندھے بہرے ہوجاتے ہو اور اس کے بالمقابل شخص کے کمالات سے اندھے بہرے ہوجاتے ہو۔ قرآن پاک میں اسی کو حمیّت جاہلیّت

سے تعبیر کیا گیا ہے جو کفار کا طریقہ تھا۔ ذرا اپنی اس حالت پر بھی غور کریں اور آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی عدل وانصاف پسندی بھی ملاحظہ فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے اور بدترین بندے

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ غَنْمٍ وَاَسْمَاءَ بِنْتِ يَزِيْدَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خِيَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ وَشِرَارُ عِبَادِ اللّٰهِ الْمَشَّاءُوْنَ بِالنَّمِيْمَةِ الْمُفَرِّقُوْنَ بَيْنَ الْاَحِبَّةِ اَلْبَاغُوْنَ الْبُرَآءَ الْعَنَتَ۔

(رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان)

عبدالرحمٰن بن غنم اور اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے وہ ہیں کہ جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔ اور اللہ تعالیٰ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغلی کرتے پھرتے ہیں اور دوستوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں اور جو لوگ بُرائیوں سے بری ہیں ان کے لئے مصیبت تلاش کرتے رہتے ہیں۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو خوش اخلاق ہوں اور اپنے بازوؤں کو نرم کرنے والے ہوں (یعنی ذرا ذرا سی بات پر اکڑنے اور آستینیں سونتنے والے نہ ہوں) الفت کرنے والے ہوں اور دوسروں کے درمیان تعلقات پیدا کرنے والے ہوں اور مجھے سب سے زیادہ ناپسند اور میرے لئے زیادہ مبغوض وہ لوگ ہیں جو چغلخوری کرنے والے ہوں دوستوں میں تفریق اور اختلاف پیدا کرنے والے ہوں۔ اور جو لوگ بری ہوں ان کے لئے عیب جوئی کرنے والے ہوں۔ (ترغیب)

آپس کے جھگڑے اور قطعِ تعلق کی ممانعت

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کوئی قوم بھی جو ہدایت ملنے کے بعد گمراہ ہوئی وہ یہی مقابلہ بازی اور لڑائی جھگڑے کی وجہ سے ہی ہوئی ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی

مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ۔

(الزخرف)

ان لوگوں نے جو یہ (مضمون عجیب) آپ سے بیان کیا ہے تو محض جھگڑے کی غرض سے۔ بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو (کیونکہ اکثر امور حق میں جھگڑے نکالتے رہتے ہیں)

حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم میں بحث مباحثہ، جھگڑا علم کا نور ختم کرتا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ یہ دل میں سختی اور کینہ پیدا کرتا ہے۔ (حقیقت العلم)

عَنْ أَبِي خِرَاشٍ السُّلَمِيِّ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ هَجَرَ أَخَاهُ سَنَةً فَهُوَ كَسَفْكِ دَمِهِ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابو حراش سلمی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جس شخص نے اپنے بھائی کو سال بھر تک چھوڑے رکھا تو یہ ایسا ہے جیسے کہ اس کا خون ہی کر دیا۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ وَسُوْءَ ذَاتِ الْبَيْنِ الْحَالِقَةِ (مشکوٰۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آپس کی لڑائی سے بچو کہ یہ (دین کو) مونڈنے والی ہے

عَنْ أَبِي صِرْمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ ضَارَّ ضَارَّ اللّٰهُ بِهِ وَمَنْ شَاقَّ شَاقَّ اللّٰهُ عَلَيْهِ۔

(رواہ ابن ماجہ والترمذی کذا فی المشکوٰۃ)

حضرت ابو صرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ضرر کا معاملہ کرتے ہیں۔ اور جو کسی مسلمان کے ساتھ تشدّد کا معاملہ کرے اللہ تعالےٰ اس کے ساتھ تشدّد کا معاملہ کرتے ہیں۔

صلح کرنے میں پیشقدمی کا اجر

عَنْ هِشَامِ بْنِ عَامِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ مُسْلِمًا فَوْقَ ثَلَاثِ لَيَالٍ فَإِنَّهُمَا نَاكِبَانِ عَنِ الْحَقِّ مَا دَامَا عَلَى صِرَامِهِمَا...... الحدیث۔

(رواہ احمد وابو یعلٰی والطبرانی وابن حبان فی صحیحہ

حضرت ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کو باقی رکھے کیونکہ جب تک وہ قطع تعلق پر قائم رہیں گے اس وقت تک حق سے پھرے رہیں گے ان دونوں میں سے جو پہلے قطع تعلق کو ختم کرے گا تو یہ قطع تعلق کا ختم کرنا اس کے لئے گناہوں کا کفارہ بن

اَلاَّ انتقالَ لَمْ یَدْخُلَا الْجَنَّۃَ وَلَمْ یَجْتَمِعَا فِی الْجَنَّۃِ)

جائے گا اور اگر پہلا سلام کرے اور دوسرا اس کے سلام کو قبول نہ کرے تو فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں اور سلام نہ قبول کرنے والے کو شیطان سلام کرتا ہے اگر دونوں قطع تعلق پر مرے تو کبھی بھی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کے لئے حلال نہیں کہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترکِ تعلق رکھے کہ دونوں کی آپس میں ملاقات ہو جائے تو یہ اِدھر کو منہ پھیر لے اور یہ اُدھر کو منہ پھیرلے اور دونوں میں بہتر وہ شخص ہے جو سلام میں پہل کرے۔ (متفق علیہ)

میرے بزرگو اور دوستو! آؤ ہم صلح کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے پیشقدمی کی نیت کرلیں اور پھر عمل کریں۔

رمضان شریف کی پہلی رات اور شب قدر اور آخری رات کی فضیلت میں رسالہ فضائل رمضان میں ایک طویل حدیث ہے جس میں امت کی بڑی تعداد میں مغفرت کی بشارت ہے۔ لیکن اس مغفرت عامہ میں چار قسم کے لوگوں کی مغفرت نہیں ہوتی۔ جن میں آپس میں قطع تعلق کرنے والے اور کینہ رکھنے والے بھی ہیں۔ اس کی تشریح میں حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

" سب سے اول اور اہم تو یہ ہے کہ بہت سے محروم رمضان کی مغفرت عامہ سے بھی مستثنیٰ ہے جیسا کہ پہلی روایات میں معلوم ہو چکا ہے اور وہ عید کی اس مغفرتِ عامہ سے بھی مستثنیٰ کر دئیے گئے۔ جن میں سے آپس کے لڑنے والے اور والدین کی نافرمانی کرنے والے بھی ہیں۔ اُن سے کوئی پوچھے کہ تم نے اللہ کو ناراض کر کے اپنے لئے کون سا ٹھکانہ ڈھونڈھ رکھا ہے۔ افسوس تم پر بھی اور تمہاری اس عزت پر بھی جس کے حاصل کرنے کے غلط خیال میں تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعائیں برداشت کر رہے ہو۔ جبرئیل علیہ السلام کی بددعائیں اٹھا رہے ہو۔ اور اللہ کی رحمت و مغفرت عامہ سے بھی نکالے جا رہے ہو۔ میں پوچھتا ہوں کہ آج تم نے اپنے مقابل کو زک دے ہی دی، اپنی مونچھ اونچی کر ہی لی، وہ کتنے دن تمہارے ساتھ رہ سکتی ہے۔ جب کہ اللہ کا پیارا رسول تمہارے اوپر لعنت کر رہا ہے اللہ کا مقرب فرشتہ تمہاری ہلاکت کی بددعا دے رہا ہے۔ اللہ جل شانہ تمہیں اپنی مغفرت و رحمت سے نکال رہے ہیں۔ اللہ کے واسطے سوچو اور بس کرو۔ صبح کا بھٹکا شام کو گھر

آجائے تو کچھ نہیں گیا۔ آج وقت ہے اور تلافی ممکن۔ اور کل جب ایسے حاکم کی پیشی میں جانا ہے جہاں نہ عزت و وجاہت کی پوچھ، نہ مال و متاع کار آمد۔ وہاں صرف تمہارے اعمال کی پوچھ ہے۔ اور ہر ہر حرکت لکھی لکھائی سامنے ہے۔ (ماخوذ از فضائل رمضان)

صلح کرانے کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا عَمَلُ شَيْءٍ أَفْضَلَ مِنَ الصَّلٰوةِ وَاِصْلَاحِ ذَاتِ الْبَيْنِ وَخُلُقٍ جَائِزٍ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی عمل نماز سے اور آپس میں صلح کرانے سے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے والے کو راہ راست پر لانے سے افضل نہیں۔

(رواہ الاصبہانی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک بہت بڑی تجارت کا طریقہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے فرمایا کہ جب لوگوں میں جدائی واقع ہو جائے ان کو جوڑ دو اور دوری ہو جائے تو ان کو قریب کر دو (بزار)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی دو آدمیوں کے درمیان صلح کے لئے خلاف واقعہ (اچھی بات) کرے تو وہ جھوٹا نہیں ہے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس نے لوگوں کے درمیان صلح صفائی کرائی اللہ جل شانہ اس کا معاملہ درست کر دیں گے اور اس (صلح) کے سلسلہ میں گفتگو کے ہر کلمہ کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب دیں گے۔ اور اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیں گے۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو ایوب میں تمہیں ایسا صدقہ نہ بتاؤں، جس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔ کہ جب لوگوں میں قطع تعلق اور دوری پیدا ہو جائے تو ان میں صلح کرا دو۔ (الترغیب و الترہیب)

نا اتفاقی سے بچنا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزوں کو پسند فرمایا ہے اور

تین چیزوں کو ناپسند۔ پسندیدہ چیزیں یہ ہیں۔

اوّل یہ کہ تم عبادت اللہ تعالےٰ ہی کے لئے کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوم یہ کہ اللہ تعالےٰ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامو اور نا اتفاقی سے بچو۔ سوم یہ کہ اپنے حکام اور اولی الامر کے حق میں خیر خواہی کا جذبہ رکھو۔

اور وہ تین چیزیں جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں یہ ہیں۔

(۱) بے ضرورت قیل وقال اور بحث ومباحثہ (۲) بلا ضرورت کسی سے سوال کرنا (۳) مال کو ضائع کرنا۔ (تفسیر ابن کثیر)

جھگڑا شیطان کی کامیاب کوشش ہے

عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ الشَّیْطٰنَ قَدْ یَئِسَ اَنْ یَّعْبُدَہُ الْمُصَلُّوْنَ فِیْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ وَ لٰکِنْ فِی التَّحْرِیْشِ بَیْنَھُمْ۔
(رواہ مسلم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ شیطان اس سے تو ناامید ہوگیا ہے کہ جزیرہ عرب کے اندر کوئی نمازی اس کی پرستش کرے لیکن ان کو آپس میں بھڑکانے پر لگا ہوا ہے۔

اُنس و محبت اور بیگانگی و عداوت

تمہید اس عنوان کی تمہید یہ ہے کہ دنیوی اور ذاتی امور میں اور فروعی و جزئی مسائل میں لڑائی جھگڑے کی مذمت کے بالمقابل آپس کی محبت کی فضیلت اور فروعی مسائل میں اختلاف کا رحمت ہونا اور اصولی اختلاف یعنی فرقِ باطلہ والوں سے بغض کی ترغیب احادیثِ مبارکہ میں آئی ہے۔ چنانچہ ہر دو جہتوں کے متعلق ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم درج کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ہم کو ہر اختلاف اور ہر صلح و جدال اور محبت و بغض کے جذبات پر عمل کرتے وقت یہ دیکھنا پڑے گا کہ ہم کو اس جذبہ کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے اور اس کی کیا حدود ہیں۔ اور اللہ جلّ شانہٗ کی رضا کس طرزِ عمل میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ تَعَالٰی اَلْحُبُّ فِی اللّٰہِ وَالْبُغْضُ فِی اللّٰہِ۔

(رواہ ابوداؤد)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ بندوں کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب وہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور وہ بغض و عداوت ہے جو اللہ کے لئے ہو۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ ہی کے لئے دشمنی کرنا افضل اعمال سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کا ایک جزء یہ ہے کہ آدمی کسی آدمی سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے۔ کوئی مال دئے جانے کی وجہ سے نہیں۔ یہ خالص ایمان کا جزء ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب دو آدمی ایکدوسرے سے محبت کرتے ہیں، ان میں سے جو زیادہ محبت کرنے والا ہے۔ اللہ جلّ شانہٗ کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہے۔ حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے افضل ایمان کا عمل کیا ہے تو آپ نے فرمایا ایمان کا افضل عمل یہ ہے کہ اللہ ہی کے لئے کسی سے محبت کرو اور اللہ ہی کے لئے دشمنی رکھو۔ اور اپنی زبان کو اللہ کے ذکر میں استعمال کرو۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اور کیا یارسول اللہ! تو آپ نے فرمایا۔ اور یہ کہ لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور

جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہو لوگوں کے لئے بھی اس کو ناپسند کرو۔ (الترغیب والترہیب)

ایمان کی حلاوت

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ کُنَّ فِیْہِ وَجَدَ بِھِنَّ حَلَاوَۃَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِمَّا سِوَاھُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّہٗ اِلَّا لِلّٰہِ وَمَنْ یَّکْرَہُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَہُ اللّٰہُ مِنْہُ کَمَا یَکْرَہُ اَنْ یُّقْذَفَ فِی النَّارِ۔

(متفق علیہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ وہ جس کے اندر جمع ہوں گی ان کی وجہ سے وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا (۱) اللہ اور اس کے رسول اس کے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو جائیں (۲) کسی بندہ سے خالص اللہ کے لئے محبت کرے (۳) کفر سے نکلنے کے بعد اس کو ایسے ہی ناپسند کرے جیسے آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

اللہ کے لئے آپس میں میل محبت کرنے والے اللہ کے محبوب ہو جاتے ہیں

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَبَتْ مَحَبَّتِیْ لِلْمُتَحَابِّیْنَ فِیَّ وَالْمُتَجَالِسِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَزَاوِرِیْنَ فِیَّ وَالْمُتَبَاذِلِیْنَ فِیَّ۔

(رواہ مالک)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لئے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں اور میری وجہ اور میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھیں اور میری وجہ سے باہم ملاقات کریں۔ اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص اپنے ایک بھائی سے۔ جو ایک دوسری بستی میں رہتا تھا ملاقات کے لئے چلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی راہ گذر پر ایک فرشتہ کو منتظر بنا کے بٹھا دیا (جب وہ شخص اس مقام سے گذرا تو فرشتہ نے اس سے پوچھا تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا میں اس بستی میں رہنے والے اپنے ایک بھائی

سے ملنے جا رہا ہوں۔ فرشتہ نے کہا کیا اس پر تمہارا کوئی احسان ہے اور کوئی حق نعمت ہے جس کو تم پورا اور پختہ کرنے کے لئے جا رہے ہو اس بندہ نے کہا نہیں، میرے جانے کا باعث اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کے لئے مجھے اس بھائی سے محبت ہے (یعنی صرف اس للّٰہی محبت کے تعلق اور تقاضے سے میں اس کی زیارت اور ملاقات کے لئے جا رہا ہوں) فرشتہ نے کہا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ اللہ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اللہ کے لئے اس کے اس بندہ سے محبت کرتے ہو۔ (مسلم)

اللہ کے لئے محبّت کرنیوالوں کا قیامت کے دن خاص امتیاز

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰهِ لَاُنَاسًا مَّا هُمْ بِاَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَكَانِهِمْ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ؟ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوْا بِرُوْحِ اللّٰهِ عَلٰى غَيْرِ اَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَاَمْوَالٍ يَّتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللّٰهِ اِنَّ وُجُوْهَهُمْ لَنُوْرٌ وَّاِنَّهُمْ لَعَلٰى نُوْرٍ لَا يَخَافُوْنَ اِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُوْنَ اِذَا حَزِنَ النَّاسُ وَقَرَءَ هٰذِهِ الْاٰيَةَ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔

(رواہ ابوداؤد)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جو نبی یا شہید تو نہیں ہیں لیکن قیامت کے دن بہت سے انبیاء اور شہداء ان کے خاص مقام قرب کی وجہ سے اُن پر رشک کریں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہمیں بتلا دیجئے کہ وہ کون بندے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے بغیر کسی رشتہ اور قرابت کے اور بغیر کسی مالی لین دین کے رُوح خداوندی کی وجہ سے باہم محبت کی پس قسم ہے خدا کی ان کے چہرے قیامت کے دن نورانی ہوں گے بلکہ سراسر نور ہوں گے، اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے۔ اور عام انسانوں کو جس وقت خوف و ہراس ہوگا اس وقت وہ بے خوف اور مطمئن ہوں گے اور جس وقت عام انسان مبتلائے غم ہوں گے وہ اس وقت بے غم ہوں گے۔ اور اس موقع پر آپ نے آیت پڑھی۔ اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

(معلوم ہونا چاہیئے کہ جو اللہ کے دوست ہیں اور اس سے خاص تعلق رکھنے والے ہیں ان کو خوف و غم نہ ہوگا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ کہاں ہیں میرے وہ بندے جو میری عظمت و جلال کی وجہ سے آپس میں الفت و محبت رکھتے تھے۔ آج جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں ہے، میں اپنے ان بندوں کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔

محبت ذریعۂ قرب و معیت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ جَآءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ كَيْفَ تَقُوْلُ فِيْ رَجُلٍ اَحَبَّ قَوْمًا وَلَمْ يَلْحَقْ بِهِمْ فَقَالَ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔

(رواه البخاری ومسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ حضور کیا فرماتے ہیں ایسے شخص کے بارے میں جس کو ایک جماعت سے محبت ہے لیکن وہ ان کے ساتھ نہیں ہو سکا؟ تو آپ نے فرمایا کہ جو آدمی جس سے محبت رکھتا ہے اس کے ساتھ ہی ہے (یا یہ کہ آخرت میں اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔)

مسلمانوں میں باہم کیسی محبت و مودت اور کیسا تعلق ہونا چاہیئے

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَتَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوًا تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى۔

(رواه البخاری ومسلم)

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایمان والوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کھانے محبت کرنے اور شفقت و مہربانی کرنے میں تم جسمِ انسانی کی طرح دیکھو گے کہ جب اس کے کسی ایک عضو کو بھی تکلیف ہوتی ہے تو جسم کے باقی سارے اعضا بھی بخار اور بے خوابی میں اس کے شریک حال ہو جاتے ہیں۔ (بخاری ومسلم)

حبّ اور بغض میں میانہ روی کی تلقین

عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِیْرِیْنَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ اَحْبِبْ حَبِیْبَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰی اَنْ یَّكُوْنَ بَغِیْضَكَ یَوْمًا مَّا وَ اَبْغِضْ بَغِیْضَكَ هَوْنًا مَّا عَسٰی اَنْ یَّكُوْنَ حَبِیْبَكَ یَوْمًا مَّا۔

(رواہ الترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کسی سے محبت کرو تو ایک دم سے ٹوٹ کر نہیں بلکہ محبت کرنے میں میانہ روی اختیار کرو۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت اس سے تمہاری دشمنی ہوجائے۔ اسی طرح سے اگر کسی سے دشمنی کرو تو اس میں بھی میانہ روی اختیار کرو (یعنی ایک دم سے دشمنی کو انتہا درجہ پر نہ پہنچا دو) ہوسکتا ہے کہ کسی وقت یہی تمہارا دوست بن جائے۔

اجتہادی اور فروعی مسائل میں اختلاف مذموم نہیں

سطور بالا سے قرآن اور احادیث کی روشنی میں معلوم ہوگیا کہ اتحادِ امت کتنا ضروری اور اہم ہے اور افتراقِ اُمت کتنا مضر اور مہلک ہے۔ باقی اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان بھی اختلاف ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان بھی بہت سے مسائل میں اختلاف ہے۔ بعد کے علماء و مشائخ میں بھی نظریاتی اختلاف ہمیشہ سے رہا ہے۔ یہ کیوں؟ اور کیا یہ اتحادِ امت کے خلاف نہیں۔ اس سلسلہ میں قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں:۔

ہر اختلاف مذموم نہیں بلکہ بہت سے اختلاف ممدوح بھی ہیں۔ البتہ بہت سی انواع اختلافات کی یقیناً مذموم اور قبیح ہیں۔ لہٰذا مطلق علماء کے اختلاف کو منشاءِ فساد قرار دینا اصول سے ناواقفیت ہے۔ بلکہ منشاءِ فساد علماءِ حق کے ممدوح اختلاف میں نزاع کا پیدا کرنا ہے۔ خواہ وہ علماء کی طرف سے ہو یا عوام کی طرف سے جیسا کہ آج کل کثرت سے پیدا ہو رہا ہے۔ البتہ اختلاف ممدوح کی حقیقت قواعد سے واقفیت پر مبنی ہے۔ یہ بھی صحیح نہیں کہ ہر شخص جس چیز میں چاہے اختلاف پیدا کردے اور ممدوح بن جائے۔ ہر وہ چیز جو شریعتِ مطہرہ کی طرف سے منصوص طور پر ثابت ہے استنباط کو اس میں دخل نہیں۔ اس میں اختلاف کا پیدا کرنا گمراہی ہے۔ جس کو اللہ جل جلالہ نے کلامِ پاک میں وَلَا تَكُوْنُوْا

كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ط (سورہ آل عمران۔ رکوع ۱۱) سے ارشاد فرمایا ہے۔ اور نہ بن جاؤ تم ان لوگوں کی طرح جنہوں نے آپس میں تفریق پیدا کی اور (دین کے بارہ میں) اختلاف کیا۔ بعد ازاں کہ ان کے پاس واضح احکام پہنچ چکے تھے۔ اسی طرح ہر وہ چیز جو اختلاف کی حدود سے خارج ہے اس میں اختلاف پیدا کرنا ضلال ہے، گمراہی ہے۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا اختلاف ان چیزوں میں جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے رحمت ہے، بہت بڑی نعمت ہے، بڑی عظیم فضیلت ہے، اُمت پر وسعت ہے۔ اور یہ سب اقوال ایسے ہوں گے جیسے کہ مختلف شریعتیں ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب مجموعہ لے کر تشریف لائے لہٰذا حضرات صحابہ کرام اور اُن کے بعد کے علماء نے جو استنباطات حضور کے اقوال و افعال سے کئے ہیں وہ سب اپنے اختلاف کے باوجود بمنزلہ مختلف شرائع کے ہیں۔ اور یہ بھی حضور کے معجزات میں داخل ہے لیکن عقائد میں اجتہاد کرنا گمراہی ہے۔ اور حق وہی ہے جس پر اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ حدیث میں جس اختلاف کی تعریف ہے اس سے فروعی احکام کا اختلاف مراد ہے اور جس تفریق کی ممانعت وارد ہوئی ہے اس سے اصول کی تفریق مراد ہے۔ علامہ سبکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اصول کا اختلاف گمراہی ہے اور ہر فساد کا ذریعہ ہے۔ (ماخوذ از "الاعتدال")

اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ کیا ہر اختلاف مذموم ہے یا کوئی اختلاف غیر مذموم بھی ہے جواب یہ ہے کہ ہر اختلاف مذموم نہیں ہے۔ بلکہ مذموم وہ اختلاف ہے کہ جس میں اپنی اہواء اور خواہشات کی بنا پر قرآن سے دور رہ کر سوچا جائے۔ لیکن اگر قرآن پر مجتمع رہتے ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و تفصیل کو قبول کرتے ہوئے اپنی فطری استعداد اور دماغی صلاحیتوں کی بنا پر فروع میں اختلاف کیا جائے تو یہ اختلاف فطری ہے اور اسلام اس سے منع نہیں کرتا۔ صحابہ و تابعین اور ائمہ فقہاء رحمہم اللہ کا اختلاف اسی قسم کا اختلاف تھا۔ اور اس اختلاف کو رحمت قرار دیا گیا۔ اور اگر انہی فروعی بحثوں کو اصل دین قرار دیا جائے اور ان میں اختلاف کو جنگ و جدل اور سبّ و شتم کا ذریعہ بنالیا جائے تو یہ بھی مذموم ہے۔

(معارف القرآن ج ۳)

اختلاف میں شدّت کے باوجود آپس کا احترام ضروری ہے

جب کسی امر میں اہل حق کے نزدیک اختلاف ہوگا تو جس درجہ کا وہ امر اور وہ اختلاف ہوگا اسی درجہ کی اس میں شدت بھی ہوگی۔ مثال کے طور پر سمجھو کہ ایک امر کو کوئی شخص فرض سمجھتا ہے دوسرا حرام

کہتا ہے۔ یا ایک شخص واجب سمجھتا ہے دوسرا مکروہ تحریمی تو اس میں آپس میں مخالفت، منازعت اور تردید ضروری ہے۔ لیکن یہ مخالفت اور تردید میں شدّت صرف اس مختلف فیہ مسئلہ تک محدود ہوگی باقی طرفین کی جو خوبیاں اور فضیلتیں ہیں، ان سے صرفِ نظر نہ کیا جائے گا بلکہ ان کی بنا پر اپنے ایسے مخالف کا پورا احترام کیا جائے گا۔ جیسے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ہمارے اکابرین رحمہم اللہ نے کر کے دکھایا۔ اس کے چند سچے واقعات کتاب کے آخر میں درج کئے جائیں گے۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں۔

مجھے حیرت ہے کہ ہم لوگ ذرا سے اختلاف سے کتنا مشتعل ہو جاتے ہیں۔ اور پھر ایسے لوگوں کی شان میں گستاخیاں اور بے ادبیاں شروع کر دیتے ہیں جن کو ہم اپنا مقتدا اور راہنما رہبر بھی مانتے ہیں۔ (الاعتدال)

دیوبندی، بریلوی اختلاف کا تجزیہ

ہمارے ملک میں اہلِ سنت والجماعت کے دو بڑے مکتبِ فکر ہیں، جو دیوبندی اور بریلوی کے نام سے مشہور ہیں۔ ان دونوں مکتبِ فکر میں اکابرین کے نزدیک کوئی اصولی اختلاف نہیں۔ بعض کے نزدیک کچھ امور میں محض ذوقی اور لفظی اختلاف ہے۔ اور بعض اکابرین کے نزدیک معمولی جزئی فروعی اختلاف ہے، اصولی نہیں۔ جیسے کہ قاری محمد طیّب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نوّر اللہ مرقدہ کے ایک گرامی نامہ سے ظاہر ہے۔ فرماتے ہیں:۔

> میری سمجھ میں اب تک یہی نہیں آیا کہ ما بہ النزاع کیا چیز ہے۔ زیادہ سے زیادہ کچھ فروعی اختلافات ہو سکتے ہیں جو ہر زمانہ میں علماء میں رہے ہیں۔ سو وہ نزاع وجدال کی حدود کی باتیں نہیں۔"

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کا پورا گرامی نامہ حضرت کے قلم سے تحریر شدہ اس رسالہ کے آخری صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ فریقین کے درمیان بہت سے امور میں بہت شدید اختلاف پایا جاتا ہے حتیٰ کہ بظاہر شرک و بدعت اور عقائد تک کا اصولی اختلاف بھی معلوم ہوتا ہے جن امور کے معاملہ میں طرفین کی طرف سے زور و شور سے تردید اور مناظرہ وجدال تحریری و تقریری ہوتا رہا ہے۔

اس معمہ کی وضاحت یہ ہے کہ جن مسائل میں شدید اختلاف ہے ان کو حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ نے فیصلہ ہفت مسئلہ میں بیان فرما دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ یہ امور اصلاً مباح یا مستحب

ہیں۔ اور اس کی تصدیق حضرات دیوبندیہ کے امام حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فتاویٰ رشیدیہ میں کی ہے۔ البتہ ان امور کو عملاً اختیار کرنے میں سلف صالحین رحمہم اللہ سے اختلاف چلا آرہا ہے۔ جس کو علماء نے فروعی جزئی اختلاف سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن کچھ تو عوام نے اپنی جہالت سے ان میں ایسی اعتقادی اور عملی خرابیاں شامل کردیں جن سے وہی امور ایک طبقہ میں بدعت اور شرک کی حد تک پہنچ گئے اور دوسرے طبقہ میں تو ہین رسالت کا ارتکاب ہونے لگا۔ جن کی تردید بہر حال ضروری تھی اور اس فریضہ کو علماء ربانیین نے احسن طریقہ پر سر انجام دیا اور دے رہے ہیں۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء۔ اور کچھ طرفین کے بعض علماء سوء نے ان مسائل میں افراط و تفریط کر کے معاملہ کو دشمنی کی حد تک پہنچا دیا۔ جس کے ناجائز اور قبیح ہونے پر فریقین کے علماء کرام کا اتفاق ہے۔

اور ان اعمال سے متعلقہ امور خصوصاً طعام وغیرہ تقسیم کر کے ایصال ثواب کرنے میں فریقین کا حال بظاہر کچھ مختلف نظر آتا ہے۔ بعض حضرات کے یہاں اس کا اہتمام ہے۔ اور بعض کے یہاں بجائے طعام کے نقد خیرات کرنے کا زیادہ معمول ہے۔ اسی طرح درود و سلام کا اہتمام بعض کے یہاں اجتماعی مجالس میں مولود شریف اور محفلِ نعت خوانی کے نام سے اور بعض کے یہاں انفرادی طور پر کیا جاتا ہے لیکن ان امور کے خیر ہونے میں فریقین کا اتفاق ہے اور طریقۂ کار میں کچھ اختلاف ہے کہ بعض جگہ ایک طریقہ کا زیادہ رواج ہے اور بعض جگہ دوسرے طریقہ کا۔ جیسے حضرات نقشبندیہ کے یہاں ذکر خفی اور حضراتِ چشتیہ کے یہاں ذکر جہری کا زیادہ رواج ہے لیکن نفس ذکر دونوں کے یہاں ضروری ہے۔

الحاصل ۱۔ جو چیزیں اصول دین میں ناجائز اور حرام ہیں اور عوام میں پائی جاتی ہیں ان کے ناجائز اور قبیح ہونے میں فریقین کے علماء کا اتفاق ہے۔ مثلاً مسئلہ علم الغیب میں اللہ تعالیٰ کی طرح سے عالم الغیب ہونے کا کوئی قائل نہیں ہے۔ فریقین کے علماء اس کو شرک سمجھتے ہیں اگرچہ بعض عوام کالانعام اس میں مبتلا ہیں (یہی بات مسئلہ حاضر ناظر اور مختارِ کل وغیرہ میں ہے) جو کہ انگریز کی سازش کا نتیجہ ہے لیکن سازشی ہاتھ ختم ہونے کے بعد ان نزاعی مسائل کی حوصلہ افزائی اب کم ہوتی جارہی ہے دونوں طرف کے موجودہ علماء کرام اور سنجیدہ عوام بھی حقیقت حال پر غور کرنے اور اسے قبول کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار ہیں۔ لہٰذا طرفین کے علماء کو بہ لطف و موعظہ حسنہ ان میں عوام کی اصلاح کرنی چاہیئے۔

۲۔ جو امورِ خیر ثواب کے ہیں۔ مثلاً اپنے بزرگوں کو ایصالِ ثواب کرنا اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر مبارک اور کثرت درود شریف اور خانقاہی نظام کے مطابق ذکر و شغل، بیعت اور اولیاء کرام کی قبور سے استفادہ وغیرہ اعمال کے فریقین کے نزدیک جائز اور مستحسن ہونے میں اختلاف نہیں اگرچہ طریقۂ کار میں نقشبندی، چشتی حضرات کے طریقۂ ذکر کی طرح کچھ فرق ہے جیسا کہ سطورِ بالا میں بیان ہوا

اسی طرح مروجہ سیرتِ پاک کے جلسے اور کانفرنسیں اور مدارس دینیہ میں مروجہ طریقہ پر ختم بخاری شریف وغیرہ اجتماعات جو کہ فریقین میں متفقہ طور پر جائز ہی نہیں بلکہ بڑے ثواب کے کام ہیں۔ ان امور میں جہاں ویڈیو فلمیں، مساجد میں شور و شغب سے بے حرمتی وغیرہ متفق علیہ ناجائز امور شامل ہو جائیں تو بجائے ترک کرنے کے ان منکرات کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ترک کرنے میں آج کل دینی نقصان ہے۔

۳۔ ان دو متفق علیہ جہتوں کے علاوہ باقی کچھ امور مختلف فیہ ہیں مگر ان کی نوعیت ایسے فروعی اختلاف کی ہے جو حنفی شافعی اختلاف سے بہت کم درجہ کا ہے۔ مثلاً متفق علیہ ناجائز امور کے بغیر انعقاد عرس اور متفق علیہ ناجائز امور کے بغیر میلاد شریف، اسی طرح منکرات کے بغیر مروّجہ ایصالِ ثواب وغیرہ جن میں اختلاف پہلے سے چلا آرہا ہے۔

لہٰذا ان مختلف فیہ اعمال میں اختلاف کو باقی رکھتے ہوئے نزاع سے بچنا چاہیئے کہ یہ کئی لحاظ سے وقت کا اہم تقاضا ہے۔ ان میں اکثر نزاع ایک دوسرے پر بدظنی اور بلا تحقیق حکم لگانے سے ہوتا ہے جس کی برائی رسالہ ہٰذا میں بیان ہو چکی۔ مقصود اس فروعی اختلاف میں ایک دوسرے کا مسلک اختیار کرنے کی دعوت دینا نہیں بلکہ ایک دوسرے کا احترام اور باہمی محبت و مودّت کی دعوت دینا ہے۔

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ دیوبندی اور بریلوی حضرات جن امور میں مختلف ہیں ان کا درجہ مسائل فقہیّہ کے اختلاف سے بھی کم ہے۔ اور اس نزاع و جدال کو ختم کرنے کے طریقہ کار میں بھی ہمارے احباب کا اختلاف ہے وہ نفس دیوبندی بریلوی اختلاف سے بھی کم درجہ کا ہے۔ لہٰذا ان احباب میں نزاع و جدال ہونا بہت ہی عجیب اور شیطان کی کامیابی ہے۔ ہم لوگوں کو اس سے بالکلیہ پرہیز لازم ہے۔ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ وَمَا تَوْفِيْقِيْ إِلَّا بِاللّٰهِ۔

اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَتَّخِذُ عِنْدَكَ عَهْدًا لَّنْ تُخْلِفَنِيْهِ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ فَأَيُّمَا مُؤْمِنٍ آذَيْتُهٗ أَوْ شَتَمْتُهٗ أَوْ جَلَدْتُّهٗ أَوْ لَعَنْتُهٗ فَاجْعَلْهَا لَهٗ صَلٰوةً وَّزَكٰوةً وَّقُرْبَةً تُقَرِّبُهٗ بِهَا إِلَيْكَ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَ شَفِيْعِنَا وَحَبِيْبِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَصَحْبِهٖ أَجْمَعِيْنَ۔

جزء دوم

صحابۂ کرامؓ اور اولیاء اللہ کے چند قصے

حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا طرز عمل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی ناگوار بات کہہ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد فرمایا۔ اے میرے بھائی میرے لئے مغفرت طلب کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ ہوگئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ اس بات کا اعادہ کیا پھر بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بات کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بھائی تم سے سوال کرتا ہے کہ تم اس کے لئے مغفرت طلب کرو اور تم ایسا نہیں کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ کسی مرتبہ ایسا نہیں ہوا کہ انھوں نے مجھ سے اپنے لئے استغفار کرائی ہو اور میں نے استغفار نہ کی ہو۔ اور اللہ کی مخلوق میں سے کوئی بھی آپ کے بعد مجھے ان سے زیادہ محبوب نہیں۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اور قسم اس ذات کی جس نے حق دے کر آپ کو بھیجا ہے۔ آپ کے بعد ان سے زیادہ مجھے بھی کوئی محبوب نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ مجھے میرے ساتھی کے بارے میں تکلیف مت دو۔ اس لئے کہ مجھے اللہ پاک نے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا۔ تم لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ کہتے ہو اور ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ سچ فرماتے ہیں۔ اور اگر اللہ پاک نے ان کا نام صاحب نہ رکھا ہوتا تو میں ان کو اپنا خلیل بنا لیتا۔ لیکن اللہ کے لئے بھائی بندی ہے۔ سن لو مسجد میں سے ہر دریچی بند کر دی جائے مگر ابن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ کی دریچی باقی رہنے دی جائے (حیات الصحابہ ص۲۵)

حضرت عمر فاروق اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما

شیخ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ ان دونوں حضرات کے درمیان سو مختلف فیہ مسائل تھے اور ان میں سے چار کا ذکر بھی کیا ہے۔ ان اختلافات کے باوجود ان دونوں حضرات کی باہمی محبت و یگانگت اور عزت

(حاشیہ بر ص۲۷)

واحترام میں کوئی کمی نہیں آئی۔

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہما کے پاس ایک روز دو آدمی آئے۔ ان میں سے ایک نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اور دوسرے نے کسی دوسرے صحابی سے قرآن حکیم پڑھا تھا۔ پہلے شخص نے آپ سے کہا کہ مجھے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھایا ہے۔ یہ سنکر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ رو پڑے، ان کا دامن آنسوؤں سے تر ہو گیا۔ اور فرمایا حضرت عمر رضی اللہ نے تمہیں جس طرح پڑھایا ہے اسی طرح پڑھ کر مجھے سناؤ۔ وہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں داخل ہو کر کوئی نکل نہیں سکتا تھا۔ آپ کے انتقال سے وہ قلعہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔[۱]

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ ایک روز تشریف لائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے آپ کو آتے ہوئے دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ علم و تفقّہ سے بھری ہوئی شخصیت! اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ علم سے ایسے بھرے ہوئے کہ میں اہلِ قادسیہ پر انہیں ترجیح دیتا ہوں۔[۲]

بعض مسائل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کی تعظیم و توقیر، محبت و عظمت کا یہ حال تھا۔

حضرت عائشہ صدّیقہ اور حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا طرزِ عمل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا زوجۂ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب بلایا اور کہا ہمارے آپس میں بہت سی دفعہ وہ باتیں ہوئیں جو سوکنوں میں ہوتی ہیں۔ اللہ میری اور تمہاری ان معاملات میں مغفرت کرے جو بھی ہوئے۔ میں نے کہا اللہ تعالےٰ تمہارے لئے ان سب باتوں کی مغفرت کرے اور تجاوز کرے۔ اور ان سب باتوں سے بری الذمہ کرے۔ یہ سنکر امّ حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا تم نے مجھ کو خوش کیا، اللہ تمہیں خوش کرے۔ اور اسی طرح ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے امّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے بھی ایسی ہی بات کہی۔ (حیات الصحابہ حصہ ۲ اردو صفحہ ۵۰۷)

حضرت ابن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما

حضرت ابن عباس اور زید بن ثابت رضی اللہ عنہما میں بعض مسائل میں اختلاف تھا اور سخت اختلاف تھا لیکن اس کے باوجود ان کا حسنِ کردار یہ تھا۔

(حاشیہ صفحہ ۲۶) [۵] اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب بحوالہ، اعلام الموقعین ج ۲ ص ۲۱۸

[۱] الاحکام ج ۶ ص ۶۱

[۲] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۱ وحیات الصحابہ ج ۳ ص ۷۹۱

ایک بار حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تشریف لاتے ہوئے دیکھا تو ان کی سواری کی رکاب تھام لی۔ اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

"اے فرزند عم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)، آپ چھوڑ کر ہٹ جائیں اور ایسا نہ کریں۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا۔

"ہمیں یہی سکھایا گیا ہے کہ اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسا ہی کریں"

اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا "آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں" ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہاتھ آگے کیا جسے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فوراً چوم لیا اور فرمایا۔

"ہم کو اہل بیت نبی کے ساتھ ایسا ہی کرنے کا حکم اور تعلیم دی گئی ہے۔"[۵]

ائمۂ مجتہدین رحمہم اللہ کا طرز عمل

تعبیر کتاب و سنت کے ماتحت غیر منصوص مسائل کے استخراج و استنباط کے سلسلہ میں جو ائمۂ مجتہدین کے درمیان اختلاف رائے ہوا کہ ایک، ایک چیز کو حلال کہتا ہے، ایک حرام، ایک جائز کہتا ہے ایک ناجائز، ایک چیز کو ایک فرض و واجب کہتا ہے دوسرا ناجائز، مگر اس کے باوجود اس پوری تاریخ میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اس نے ان کے مابین جنگ وجدال کی صورت اختیار کی ہو، باہمی اختلاف مسائل کے باوجود ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا اور تمام برادرانہ تعلقات قائم رہنا اس پوری تاریخ کا اعلیٰ شاہکار ہے بلکہ ایک دوسرے کی تعریف و توصیف اور احترام و تعظیم سے ان کے حالات و تذکرے لبریز ہیں۔

حنفیہ اور شافعیہ کا اختلاف مشہور و معروف ہے اور سینکڑوں ہزاروں مسئلوں میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا حسن ادب

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک صبح کی نماز میں قنوت کا پڑھنا سنت ہے۔ ایک مرتبہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی قبر پر حاضر ہوئے اور صبح کی نماز وہاں پڑھی اور دعاء قنوت نہیں پڑھی بعض روایات میں ہے کہ بسم اللہ بھی آواز سے نہیں پڑھی (حالانکہ وہ بھی ان کے نزدیک سنت ہے۔) کسی نے استفسار کیا تو فرمایا۔ اس قبر والے کے ادب نے روک دیا۔ بعض روایات میں ہے کہ یوں فرمایا۔ میں انکی بارگاہ میں ہوں، کیسے ان کی مخالفت کر سکتا ہوں؟ اور یہ بھی فرمایا کبھی ہم اہل عراق کا مسلک اختیار کر لیتے ہیں

---

[۵] کنز العمال ج ۷ ص ۳۷ وحیات الصحابہ ج ۳ ص ۳۔ بحوالہ اسلام میں اختلاف کے اصول و آداب۔

(اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب بحوالہ حجۃ اللہ البالغہ)

اشکال اور جواب

بعض لوگ اس قصہ پر بہت شور کرتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کسی کی وجہ سے سنت پر عمل چھوڑ دیا جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کی شان اس سے ارفع ہے کہ ایک مجتہد کی قبر کی وجہ سے سنت کو چھوڑ دیں۔ حالانکہ اس کا تعلق سمجھ سے ہے۔ امام اعظم رحمہ اللہ کے ادب سے سنت کو نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان کے ادب سے ان کی تحقیق کو اپنی تحقیق پر مقدم سمجھا کہ ان کے نزدیک یہ چیزیں سنت نہیں ہیں بلکہ سنت قنوت کا نہ پڑھنا ہے اور بسم اللہ کا آہستہ پڑھنا۔ ایک شخص اپنی تحقیق سے کسی چیز کو سنت سمجھنے کے باوجود دوسرے محقق عالم کی تحقیق پر عمل کرے تو کیا حرج ہے۔ (الاعتدال ص۳۰۵)

امام شافعی رحمہ اللہ کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے وسیلے سے برکت حاصل کرنا

خطیب بغدادی اور مؤفق نے علی بن میمون (جو امام شافعی رحمہ اللہ کے اجل تلامذہ میں سے ہیں) سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے خود اپنے کانوں سے امام شافعی رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "میں ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے وسیلہ سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ ہر روز ان کی قبر کی زیارت کو جاتا ہوں جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھ کے ان کی قبر کے پاس اللہ تعالےٰ سے دعا کرتا ہوں تو دعا کے بعد مراد بر آنے میں دیر نہیں لگتی۔ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات ص۲۵۵)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے یہاں مخالف مسلک کا احترام

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے یہاں نکسیر پھوٹنے اور حجامت (پچھنے لگوانے) سے وضو ضروری ہوجاتا ہے۔ ان سے ایک بار پوچھا گیا کہ امام کے بدن سے خون نکلا اور اس نے وضو نہیں کیا کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے؟
آپ نے جواب دیا۔ امام مالک رحمہ اللہ اور سعید بن مسیّب رحمہ اللہ کے پیچھے میں کیسے نماز نہ پڑھوں۔

امام اعظم رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ

مسالک ائمہ کا جو ہم نے جائزہ لیا ہے۔ اور ہر ایک کے اصول وضوابط میں جو فرق ہے اس میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے درمیان کافی اختلاف ہے۔ اور دونوں میں عمر کا

بھی تفاوت ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ سے پندرہ برس بڑے ہیں۔ اس کے باوجود ایک دوسرے کے احترام میں کوئی چیز مانع نہ ہو سکی۔ اور فقہ میں اختلافِ مناہج ہوتے ہوئے بھی ادب کا پہلو ہی غالب رہا۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ المدارک میں فرماتے ہیں۔

"امام لیث بن سعد رحمہ اللہ نے کہا۔ ایک روز میں نے مدینہ طیبہ میں امام مالک رحمہ اللہ سے ملاقات کی اور کہا کہ میں دیکھ رہا ہوں، آپ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھ رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے گفتگو کر کے میں پسینہ پسینہ ہو گیا۔ اے مصری! وہ واقعی فقیہ ہیں۔"

امام لیث مصری نے کہا۔

"اس کے بعد میں نے ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ملاقات کر کے کہا۔ اس شخص (امام مالک) نے آپ کے بارے میں کتنی اچھی بات کہی۔ تو آپ نے فرمایا۔ صحیح جواب اور بھرپور تنقید میں ان سے تیز خاطر آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ (اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب بحوالہ الانتقاد)

اسماعیل بن فدیک کہتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور دونوں اکٹھے چل رہے ہیں اور باہم گفتگو بھی جاری ہے۔ حتیٰ کہ جب دونوں مسجد کے دروازہ پر پہنچ گئے تو میں نے دیکھا کہ امام مالکؒ نے امام اعظم رحمہ اللہ کا احترام کرتے ہوئے انہیں مسجد میں داخل ہوتے وقت آگے کیا اور خود پیچھے داخل ہوئے۔ (امام اعظم رحمہ اللہ کے حیرت انگیز واقعات ص۲۵۳)

امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابن عیینہ رحمہ اللہ

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ کے ہمعصر اور ان کے ہمسر تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں مالک اور ابن عیینہ دونوں معاصر ہیں۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو علم حجاز سے رخصت ہو جاتا۔

اس کے باوجود روایت ہے کہ ابن عیینہ نے ایک بار ایک حدیث ذکر کی تو ان سے کہا گیا کہ اس حدیث میں امام مالکؒ آپ سے اختلاف رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا" مالکؒ سے مجھے ملا رہے ہیں۔ کہاں میں اور کہاں وہ؟ دونوں کا کیا مقابلہ؟

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:۔

"قریب ہے کہ لوگ طلب علم میں سفر کریں گے تو عالم مدینہ سے بڑا کوئی عالم نہ پائیں گے۔"

سفیان رحمہ اللہ سے پوچھا گیا۔ وہ کون عالم ہیں؟ انہوں نے جواب دیا۔ وہ مالک بن انس رحمہ اللہ ہیں۔

اور کہتے تھے ان کے پاس صحیح احادیث ہی پہنچتی ہیں۔ اور وہ ثقہ راویوں سے ہی حدیثیں لیتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ مدینہ میں ان کے بعد علمی ویرانی چھا جائے گی۔[1]

امام مالک رحمۃ اللہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ

دونوں حضرات امام ہیں۔ اور فقہی مسائل میں دونوں کے درمیان کافی اختلاف ہے اس کے باوجود امام شافعی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں:۔

"مالک بن انس رحمۃ اللہ میرے استاد ہیں، ان سے میں نے علم حاصل کیا۔ علماء کا جب ذکر کیا جائے تو وہ ستارے ہیں۔ میرے نزدیک ان سے زیادہ کوئی قابلِ اطمینان نہیں"۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں:۔

"جب امام مالک کے پاس سے حدیث آئے تو اسے مضبوطی سے تھام لو۔ ان کو جب حدیث میں شک ہوتا تو اسے مکمل چھوڑ دیتے۔"[2]

امام مالک رحمۃ اللہ کا واقعہ

امام مالک رحمۃ اللہ کے ساتھ بعض حاسدوں نے سخت مار پیٹ کی خلیفۂ وقت سزا دینا چاہتا تھا حضرت امام مالک رحمۃ اللہ نے سواری پر سوار ہو کر شہر میں اعلان کیا۔ میں نے ان سب کو معاف کیا کسی کو سزا دینے کا کوئی حق نہیں۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کا واقعہ

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کو خلیفہ کوڑے لگواتا۔ امام صاحب ہر روز معاف کر دیتے۔ پوچھا گیا کیوں معاف کر دیتے ہیں۔ فرمایا میری وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کو قیامت میں عذاب ہو، اس میں میرا کیا فائدہ ہے۔

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ کا واقعہ

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ کو سپاہی نے جوتے مارے۔ بعد میں اس کو معلوم ہوا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں۔ اس نے معافی چاہی۔ فرمایا۔ دوسرا جوتا مارنے سے پہلے، پہلا معاف کر دیتا

---

[1] اسلام میں اختلاف کے اصول وآداب بحوالہ الانتقاد [2] ایضاً

تھا۔ اس طرح کے حالات وواقعات سے اکابر کی تاریخ بھری ہوئی ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ الاسلام مدنی رحمہ اللہ میں اختلاف رائے

حضرت اقدس حکیم الامت اشرف العلماء مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نوّر اللہ مرقدہٗ اور حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا اختلافِ رائے اور دونوں حضرات کا طرزِ عمل بھی قابلِ دید ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ لیگ کے سخت حامی تھے اور کانگریس کو اُمت کے لئے مضر سمجھتے تھے۔ اور حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کانگریس کی شرکت کو ہندوستانی مسلمانوں کے لئے مفید سمجھتے تھے اور اس کی پوری حمایت فرماتے تھے۔ اس شدتِ اختلاف رائے کے باوجود ایک دوسرے کا کس درجہ احترام تھا۔

حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی زید مجدہم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ سے جو حضرات بیعت کی درخواست کرتے، حضرت مدنی نوّر اللہ مرقدہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے کا مشورہ دیتے اور فرماتے "ہماری جماعت کے بڑے حضرت تھانوی رحمہ اللہ ہیں ان سے بیعت ہو جاؤ۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے دو خصوصی کمال

مولانا خیر محمد صاحب جالندھری جو مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے مخصوص خلفاء میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے متعلق میرے سامنے فرمایا کہ:۔

"ہمارے اکابر دیوبند کے بفضلہٖ تعالیٰ کچھ خصوصیات ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ مدنی رحمہ اللہ کے دو خصوصی کمال ہیں جو ان میں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔ ایک تو مجاہدہ جو کسی دوسرے میں اتنا نہیں دوسرا تواضع۔ چنانچہ سب کچھ ہوتے کے باوجود وہ اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتے۔"

(حیرت انگیز واقعات ص۲۱۲ بحوالہ تکملۃ الاعتدال)

سیاسی کش مکش زوروں پر تھی۔ گنگوہ میں اسی سلسلہ میں ایک عظیم جلسہ تھا۔ اثناء جلسہ میں ایک شخص نے حضرت تھانوی قدس سرہٗ پر اعتراضات والزامات کی بوچھاڑ کر ڈالی۔ حضرت اقدس مولانا مدنی قدس سرہٗ نے جوشِ غضب میں جو جوابی تقریر فرمائی تو حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے فضائل و مناقب ہی پر ختم کر دی۔ (سیرت شیخ الاسلام ص۱۹۹)

خانقاہِ تھانہ بھون میں حضرت مدنی رحمہ اللہ کی امامت

محترم مولانا محمد عبداللہ صاحب دامت برکاتہم مہاجر مدنی نے بیان کیا کہ حاجی صاحب تاولی والے نے بیان کیا کہ میں تھانہ بھون حاضر تھا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ تشریف لائے۔ رات کو قیام فرمایا۔ فجر میں حضرت تھانوی رحؒ نے نماز پڑھانے کے لئے فرمایا۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے جواب دیا۔ کہ میرے نماز پڑھانے سے ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کو تکلیف ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ جن کی نماز نہ ہو وہ اپنی نماز کہیں دوسری مسجد میں جاکر پڑھ لیں گے مگر نماز آپ ہی پڑھائیں گے۔ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے نماز پڑھائی جمعہ کا روز تھا۔ پہلی رکعت میں الٓم تنزیل سجدہ، دوسری میں سورۂ دہر پڑھی۔ آیت سجدہ پر سجدہ کیا بعض لوگ رکوع میں چلے گئے۔ اور جب سجدہ سے اٹھنے کی تکبیر کہی تو وہ رکوع سے اٹھے۔ نماز کے بعد چہ مے گوئیاں ہوئیں۔ بعض نے کہا نماز نہیں ہوئی۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا شاید اس نماز کی برکت سے ہماری زندگی بھر کی نمازیں قبول ہوجائیں۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا برائی سے ذکر کرنیوالے کو حضرت مدنی رحؒ کا ڈانٹنا

ایک شخص ایک جلسہ میں لے جانے کے لئے دیوبند حضرت مدنی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اثنائے گفتگو میں اس نے تھانہ بھون کا ذکر کیا اور حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ذکر برائی کے ساتھ کیا حضرت مدنی قدس سرہٗ کو سخت غصہ آگیا۔ کبھی اتنا غصہ نہ آیا تھا۔ اور سخت لہجہ میں فرمایا۔ مجھ سے تعلق رکھتے ہو اور میرے بزرگوں کو برا کہتے ہو۔ اور خادم سے فرمایا۔ اس کا بستر اٹھا کر لے جاؤ میرے یہاں ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ حضرت مدنی جو سخت سے سخت تکالیف اٹھا کر اور گالیاں سن کر بھی کبھی کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتے تھے اور اپنے سیاسی مخالف مگر دینی عظیم رہنما کی شان میں کوئی جملہ برداشت نہ کرسکے۔ اور غصہ کی شدت میں اپنے یہاں ٹھہرانے کے بھی روادار نہ ہوئے ایسی مثال شاید حضرت مدنی قدس سرہٗ کے یہاں شاذ و نادر ہی پیش آئی ہو کہ اپنے یہاں سے نکلوا دیا اور ٹھہرانے تک کے روادار نہ ہوئے۔

کتنی عظیم انسانیت اور کس اعلیٰ کردار کے حامل تھے یہ حضرات کہ اتنے شدید اختلافات کے باوجود نہ زبان درازی برداشت کرتے ہیں نہ بد اعتقادی۔ بلکہ حسن ظن اور حسنِ عقیدت کی تاکید فرماتے ہیں۔ اے کاش ان حضراتِ اسلاف کے کردار و اخلاق کا کچھ حصہ ہم کو بھی نصیب ہوجاتا۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا دار العلوم میں تقرر

سیاسی شدید اختلافات کے باوجود علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور آپ کے رفقاء کے استعفے کے بعد حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کا تقرر بعہدہ صدر مدرسی دار العلوم دیوبند میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سرپرست دار العلوم دیوبند کے مشورہ ہی سے عمل میں آیا۔ اور حسب ذیل تجویز مجلسِ شوریٰ دار العلوم دیوبند تحریر کی گئی۔

حضرت مولانا مولوی حسین احمد کا تقرر بعہدۂ صدر مدرس بمشاہرہ ۱۵۰؎ ماہوار تاریخ کارکردگی سے مجلسِ شوریٰ کو منظور رہے۔ حضرت ممدوح کی اعلیٰ شخصیت اور علمی تبحّر کے لحاظ سے مشاہرۂ مذکور بالکل ناقابل ہے مگر حضرت ممدوح کے اخلاص نیت وخدمت دار العلوم کے جذبات سے ہم کو توقع ہے کہ حضرت ممدوح اس کو منظور فرماکر مجلسِ شوریٰ کو شکر گذاری کا موقع دیں گے۔ اور دار العلوم کی حالت پر اپنی توجہات اور اخلاق بزرگانہ سے نظرِ التفات فرماکر حسبۃً للہ پورے طور پر سنبھالنے کی کوشش فرمائیں گے جیسا کہ حضرت ممدوح کے استاد بزرگ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا طریقۂ عمل تھا۔ فقط

اشرف علی۔ ۲۰ ر رجب ۱۳۴۶ھ

کمترین جمیل احمد، محمد سعود احمد، محمد حسن مرادآبادی، محمد اشفاق، احقر محمد اسحاق عفی عنہ، محمد عبد الرحمٰن، مظہر حسن بقلم خود (تکملۃ الاعتدال ص۱۰۰)

غور فرمائیں کہ حضرات شیخین قدس سرہما کا سیاسی شدید اختلاف کے باوجود باہم کیا طرزِ عمل تھا اور ایک نظر اپنے حالات پر بھی ڈالیں کہ کسی سے ذرا سا اختلاف ہو جائے تو ہمارا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے۔

مولانا خلیل احمد صاحب رحمہ اللہ اور مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمہ اللہ کا اختلاف رائے

قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:۔

میرے والد صاحب قدس سرہٗ اور میرے حضرت قدس سرہٗ کے درمیان متعدد مسائل میں اختلاف تھا مگر چونکہ مجادلہ اور مخالفت نہیں تھی اس لئے عوام تو عوام، خواص کو بھی اس کی ہوا نہیں لگتی تھی۔ ان میں سے ایک مسئلہ مثال کے طور پر لکھتا ہوں۔ قربانی کے جانور میں دو تین شر کا اگر ایک حصہ مشترک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنا چاہیں بشرطیکہ خود ان کے حصے اپنے بھی اس جانور میں ہوں، یہ صورت میرے والد صاحب کے نزدیک جائز تھی اور میرے حضرت کے نزدیک ناجائز۔ میرے والد صاحب اوپر رہتے تھے اور حضرت قدس سرہٗ کا قیام نیچے تھا۔ قربانی کے زمانہ میں متعدد لوگوں کو میں نے دیکھا کہ

وہ مسئلہ حضرت کے پاس پوچھنے آتے تو میرے حضرت یوں فرما دیا کرتے تھے کہ میرے نزدیک تو ناجائز ہے مولانا یحییٰ کے نزدیک جائز ہے۔ تو اوپر جا کر اُن سے مسئلہ پوچھ لے۔ وہ تجھے اجازت دے دیں گے تو اس پر عمل کر لینا۔

اس کے بعد میرے نزدیک یہ صورت جائز ہے اور ہمارے مدرسہ کے مفتی سابق مفتی سعید احمد صاحب رحمہ اللہ اور سابق ناظم مولانا عبداللطیف صاحب قدس سرہٗ کے مسلک کے مطابق ناجائز بتاتے تھے۔ اور ہر ایک کا فتویٰ ایک دوسرے کو معلوم تھا۔ میں نے ان دونوں حضرات سے گفتگو بھی کی۔ انہوں نے میری نہیں مانی، میں نے ان کی نہیں مانی مگر نہ کبھی اشتہار بازی ہوئی، نہ جنگ وجدال ہوا۔ (آپ بیتی ۶ صہ ۹۴)

حضرت سہارنپوری رحمہ اللہ اور حضرت شیخ رح کا اختلافِ رائے

حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ اپنا واقعہ بھی بیان فرماتے ہیں " خود میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت رحمہ اللہ کے اخیر رمضان المبارک میں شعبان کے چاند کی گڑبڑ سے یہ بحث شروع ہوئی کہ آج مطلع صاف ہے۔ تیس روزے پورے ہو جانے کے بعد اگر شام کو رؤیت نہ ہوئی تو کل روزہ رکھنا چاہیئے یا نہیں؟ حضرت کا ارشاد مبارک تھا کہ شعبان کے چاند میں شہادت پر مدار تھا۔ بعض وجوہ سے شرعی حجت نہ تھی اس لئے روزہ ہے۔ اور میرا ناقص خیال تھا کہ وہ شرعی حجت سے صحیح تھی اس لئے کل کا روزہ نہیں ہے۔ دن بھر بحث رہی شام کو چاند نظر نہ آیا۔ حضرت نے طے فرما دیا کہ میں روزہ رکھوں گا۔ میں نے عرض کیا میرے لئے کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ میرے اتباع کی ضرورت نہیں۔ سمجھ میں آگیا ہو تو روزہ رکھو۔ ورنہ نہیں۔ بالآخر حضرت کا روزہ تھا میرا افطار۔ حضرت کے خدام میں اور بھی متعدد ایسے تھے جنہوں نے افطار کیا اور متعدد نے روزہ رکھا۔ حضرت نے ان سے دریافت بھی نہ فرمایا کہ تم نے افطار کیوں کیا۔ گو مجھے اب تک قلق ہے کہ میں نے اپنی سمجھ کو حضرت کی رائے کے مقابلہ میں کیوں قابلِ اعتنا سمجھا۔ مگر حضرت نے ذرا بھی اشارۃً کنایۃً کچھ بھی نہیں فرمایا۔ بلکہ کچھ تصویب ہی فرمائی۔" (الاعتدال صہ ۲۰۹)

گلہائے رنگا رنگ سے ہے زینتِ چمن
اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

(اللہ معاف کرے) **محمد اقبال** ۔ مدینہ منورہ

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ

نقل مکتوب گرامی حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

محترمی و عزیزی مولانا حامد میاں صاحب زید مجدہٗ

سلام مسنون نیاز مقرون۔ اس وقت ایک ضروری امر کی طرف آپ کی توجہ منعطف کرانی ہے۔

جو منصوبہ اس وقت عرض کر رہا ہوں وہ ہندوستان میں بھی بعض دوستوں اور بزرگوں سے عرض کر چکا ہوں۔ پاکستان میں آپ کی افتاد طبع اور مزاج خصوصیات کے لحاظ سے چونکہ آپ سے اس منصوبہ کی تکمیل کی توقع بندھتی ہے اس لئے آپ کی خدمت میں اسے پیش کرنے کی جرأت کر رہا ہوں۔

دیوبندی بریلوی نزاع عرصۂ دراز سے چل رہا ہے اور اس سے قوم کو جسقدر نقصان پہنچا ہے وہ مشاہد ہے کسی دلیل کا محتاج نہیں۔ اس سلسلہ میں یہ واقعہ ہے کہ میری سمجھ میں ابتک یہی نہیں آیا کہ ما بہ النزاع کیا چیز ہے۔ یہ دونوں جماعتیں نہ صرف اسلامی عقائد، مبدأ، معاد، نبوّات ہی میں متحد ہیں بلکہ فقہ حنفی کی پیروی اور راہ سلوک میں حضرات صوفیا قدس اللہ اسرارہم کے طرق تصوّف میں بھی متحد اور ہمخیال ہیں۔ بنیادوں کے متحد ہونے کے بعد زیادہ سے زیادہ کچھ فروعی اختلافات ہو سکتے ہیں جو ہر زمانہ میں علماء میں رہے ہیں۔ سو وہ نزاع وجدال کی حدود کی باتیں نہیں۔ اس لئے میرا جذبہ ہمیشہ سے یہ رہا ہے کہ اگر باہمی رواداری سے لوجہ الدین والاسلام اس میں کوئی اتفاق و وداد کی راہ نکل آئے تو امت اس دور فتن میں ایک بہت بڑے مہلکہ سے نکل آئے گی۔ فریقین میں کچھ نہ کچھ خوبیاں ہیں لیکن فریقین ایک دوسرے سے استفادہ کرنے سے محروم ہیں۔ اگر آپ اس سلسلہ میں کوئی ایسا اقدام فرمائیں کہ یہ نزاع یا رفع ہو جائے یا کم از کم غیر مؤثر بن جائے تو یہ ایک بہت بڑی خدمت ہوگی جو ملک اور قوم کی آپ انجام دیں گے۔ میرا گمان یہ ہے کہ ان حضرات میں بھی ایسے حضرات تلاش کے بعد نکل آئیں گے جو یہی جذبہ رکھتے ہوں گے۔

اگر آپ اس سلسلہ میں اس کی جستجو فرمائیں تو دارین کے لئے ایک سرخروئی کا باعث ہوگا میں اس ملک کا باشندہ نہیں ہوں ورنہ میرا جذبہ تھا کہ میں خود ان حضرات کے پاس جا جا کر اس دردِ دل کا اظہار کروں اس بارہ میں آپ پر نظر پڑتی ہے کہ آپ اسے آگے بڑھائیں گے۔ کم از کم اپنی جد و جہد کر دیکھئے۔ اِنْ یُّرِیْدَآ اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰہُ بَیْنَہُمَا۔ امید ہے مزاج گرامی بعافیت ہوگا۔ میں خود بھی اس بارہ میں امکانی حد تک ساعی رہوں گا۔ و باللہ التوفیق۔

محمد طیّب مہتمم دارالعلوم دیوبند
وارد حال لاہور ۲۸ ۸۸ ۷ م

نوٹ:۔ مکتوب گرامی حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے اپنے دستِ مبارک کا لکھا ہوا ان کے دستخطوں کے ساتھ موجود ہے۔

محمد اقبال۔

حضرت حکیم الاسلام کے اس مکتوب گرامی کا تقریباً سارا مضمون مفصل خطبات حکیم الاسلام جلد ۲ میں بھی موجود ہے۔

ناشر

مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد ابرار وخانقاہ اقبالیہ جلیلیہ

موبائل: ۹۲۲۵۵۳۳-۰۳۰۰